تصوف ،صوفیا اور ان کے خصوصیات عالیہ

پروفیسر شاہ محمد وسیم،علی گڑھ

خدانے انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا شرف عطا کیا، اور اسے روئے زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کیا تو اعلان ہوا کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ اورخلقت آدم پر ملائکہ نے جب یہ کہا کہ اتجعل فیھا من یفسد ویسفک الدماءَ ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک۔(تو کیا زمین میں ایسے کو پیدا کرے گا جو (زمین میں)فساد اور خونریزی کرتا پھرے، حالانکہ (اگر خلیفہ بنانا ہےتو ہماراحق زیادہ ہے) کیونکہ ہم تیری تعریف وتسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں) فرشتوں کے یہ کہنے پر آواز حق آئی ..انی اعلم مالاتعلمون۔(جو میں جانتاہوں وہ تم نہیں جانتے) الفاظ قرآنی کے معنی ومطالب پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ خالق کو اپنے شاہکار (اشرف المخلوقات) پر بھروسہ تھا، کہ یہ دنیا جو جائے عمل ہے، آخرت کی کھیتی بن جائے گی ،جیسا کہ ہمارے نبیؐ نے ارشادفرمایا ہے۔ (الدنیا مرزعة الآخرہ) بلاشبہ! یہ انسان کی ذمہ داری ہے کہ روئے زمین پر فساد نہ پھیلائے اور دنیا میں جس توازن کو خلاق عالم نے خلق کیا ہے ، اس کو قائم رکھنے کے لئے عقیدہ اورعمل دونوں میں ’راسخ العقیدہ بندے‘ کی طرح ثابت قدم رہے۔ خدا کی خلقت پرنظر کرے، اس کے توازن پرغوروفکر کرے اور ایمان کی روشنی میں عمل پیرا ہو کہ اعلان قدرت ہے کہ

تبارک الذی بیدہ الملک وھو علی کل شئی قدیر ...الّذی خلق سبع سمٰوٰت طباقاً ماتریٰ فی خلق الرحمن من تفٰوت فارجع البصر ھل تری من فطور۔ ثم الرجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا وھو حسیر۔

(جس خدا کے قبضہ میں (سارے جہاں کی) بادشاہت ہے، وہ بڑی برکت والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے...جس نے سات آسمان تلے اوپر بنا ڈالے ، بھلا تجھے خدا کی آفرینش میں کوئی کسر نظر آتی ہے؟ تو پھر آنکھ اٹھا کر دیکھ ، تجھے کوئی شگاف نظر آتا ہے؟ پھر دوبارہ آنکھ اٹھا کر دیکھ تو (ہر بار تیری) نظر ناکام اور تھک کر تیری طرف پلٹ آئے گی : الملک ، آیات ۱،۳،۴)

جس خالق نے زمین وآسمان اور ہر جگہ، اور چیز میں توازن عطا کیا ہے، اسی نے انسان کو

بھی احسن تقویم پر پیدا کیا اور اعلان کیا کہ

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ثم رددنٰہ اسفل سافلین۔ الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات فلھم اجرٌ غیر ممنون۔

(اور ہم نے انسان کو بہت اچھے کینڈے (تقویم) پر پیدا کیا۔ پھر اسے اسفل سافلین میں پہونچایا، مگر انہیں نہیں جو ایمان لائے اور عمل صالح انجام دئے، پس ان کے لئے بے حساب اجر ہے:(سورہ تین، آیات ۳۔۵)

آیات کے معنی ومطالب پر غور وفکر کریں تو نظر آئے گا کہ خالق اپنے بندوں سے ایمان وعمل کا تقاضہ کررہا ہے، اور کامیاب انسانوں کے لئے بے حساب اجر کا وعدہ کہ یہی کامیاب زندگی کی ضمانت ہے ۔ اور یہی نہیں کہ خود انفرادی طور سے کامیابیاں حاصل کرلو،نہیں، سب کو ساتھ لے کے چلو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے النّاس کائنان المشط (لوگ مثل کنگھی کے دانوں کے ہیں)، ان میں باہمیت پائی جاتی ہے ۔قرآن اعلان کررہا ہے کہ

والعصر انّ الانسان لفی خسر۔ الاّ الّذین آمنوا وعملوا الصالحا ت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔

(زمانہ کی قسم! بیشک انسان گھاٹے میں ہے، مگر (وہ لوگ نہیں) جو ایمان لائے اور اعمال صالح کرتے رہے اور آپس میں حق وصبر کی وصیت کرتے ہیں: (سورہ العصر آیات ۱۔۳)

اس کے معنی یہ ہوے کہ ایمان کی روشنی میں عمل کرنا انسان کی ذمہ داری ہے اور حق وصبر کے ساتھ زندگی گذارنے کی خود بھی اور دوسروں کو بھی اس کی وصیت کرنے کی۔لیکن ہر حال میں خدا سے رجوع کرنا، اسے حاضر وناظر جان کر اس سے مدد کے لئے دعا کرنا اور نفس کی تغیانی سے اسی کی پناہ مانگنا، جیسا کہ سورہ یوسف میں ارشاد خداوندی ہے:

وما ابرئ نفسی ، ان النّفس لامارة باسوء الا مارحم ربی۔ انّ ربی غفور رحیم۔

اور (یوں تو) میں اپنے نفس کو (گناہ سے) بے لوث (بے لاگ) نہیں کہتا ہوں (کیونکہ میں بھی انسان ہوں)، نفس برابر برائی کی طرف ابھارتا ہی رہتا ہے، مگر جس پر میرا پروردگار رحم فرمائے (اور گناہ سے بچائے) بیشک! میرا پروردگار بہت بخشنے والا مہربان ہے ۔(سورہ یوسف، آیت: ۵۳)

لہٰذا انسان کو صراط مستقیم پر رکھنے کے لئے میزان شریعت قائم ہوئی تاکہ تزکیۂ نفس ہو، افکار وخیالات پر ایمان کا سایہ ہو اور اعمال خالق کی خوشنودی کے مدنظر انجام دیئے جائیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خالق کی بندگی کرتے ہیں اور اسکے بندوں سے محبت کرتے ہیں۔ اس طرح کہ دنیا میں رہتے ہیں مگر دل ونگاہ اس طرف ہوتی جہاں سوائے نورحق کے اور کچھ نہیں ہے۔ خدا کے یہ خاص بندے جنہیں دنیا صوفیہ کہتی ہے وہ منتخب لوگ ہیں جو خدا کی خوشنودی پر نظر رکھتے ہیں اور وہی ان کا مقصود ومطلوب ہوتا ہے۔ زہدو مجاہدہ نفس ،فقر،توکل ،علم وعمل ان کا مشغلہ ہوتاہے۔ ترک دنیا میں انہیں رغبت ہوتی ہے، دنیا میں رہتے ہیں مگر دل اس کی طرف رغبت سے خالی ہوتا ہے۔صوفیائے کرام وہ ہیں جو خدا کی محبت ہی کو مرکز توجہ بناتے ہیں،لیکن بہترین اخلاق اورمخلوق خدا سے محبت ہی کو اس مقصد کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہیں ، کیونکہ مولانا آزاد کے بقول ''خدا سے محبت کی راہ اس کے بندوں کی محبت میں سے ہوکر گزرتی ہے، جو انسان چاہتا ہے کہ خدا سے محبت کرے، اسے چاہئے کہ خدا کے بندوں سے محبت کرنا سیکھے''۔[۱]

اس طرح سالک راہ حق وہ ہے جو منزل دعا میں یہ کہتا ہے:

''بارالٰہا! اپنی بارگاہ کی طرف توجہ کے لئے (دنیا کے تمام متعلقات سے) میرے اندر کامل انقطاع اور لاتعلقی پیدا کردے اور ہمارے دل کی آنکھوں کو اپنے جمال کے دیدار کے نور سے منور فرمادے، تاکہ دل انقطاع اور لاتعلقی پیدا کردے اور ہمارے دل کی آنکھوں کو اپنے جمال کے دیدار کے نور سے منور فرمادے تاکہ دل کی آنکھیں نور کے حجابوں کو چیر کر سر چشمۂ عظمت وجلال تک پہنچ جائیں اور ہماری روحیں تیری ذات مقدس سے تعلق پیدا کرلیں۔''

''پروردگار ! مجھے ان لوگوں میں قرار دے جنہیں تونے آواز دی اورانہوں نے تیری آواز پر لبیک کہی۔تونے ان پر ہلکی سی ایک نظر ڈالی اور وہ تیرے جلال کے روبرو مدہوش ہوگئے۔ پس تونے ان سے در پردہ رازونیاز کی باتیں کیں۔''[۲]

منزل علم وعرفان اورمعرفت میں سرگرم عمل ہونا صرف جستجو برائے جستجو تک محدود ومقید ہوکر نہ رہ جائے، ورنہ کیا حاصل ہوگا، بلکہ یہ کدوکاوشیں، یہ عبادت وریاضت عشق الٰہی میں سرشار ہوکر اس طرح کی جائے کہ عقیدہ کو صیقل اور سالک کو اس کا مقصود مل جائے ۔ ہاں! جستجو پاکیزگی نفس اور تابع عقیدہ وعمل ہو یعنی شرط تہذیب نفس اور تطہیر قلب کے ساتھ ۔آیئے۔! بات کو اور واضح طور پر سمجھانے

کے لئے ہم حدیث رسولؐ پر نظر کریں۔ اوّل العلم معرفت الجبار وآخر العلم تفویض الامر الیه (علم کی ابتداء جبار کی معرفت ہے اور علم کی آخرش یہ ہے کہ ہر امر اسی کی طرف لوٹ جاتا ہے)، تو سمجھ میں آئے گا کہ اگر علم وعمل کی بنیاد توحید پر استوار ہوگی تو عرفان اور معنویت کی خوشبو سموئے ہوئے، منزل تک پہونچنے والی راہ پر روشنی بکھر جائے گی۔ یہ سب تصوف کے لئے مشہود وجدائی ہوگا اور اس کے بعد منزل بہ منزل فنا کی منزل خوش آئند ہوگی، جہاں وجدانی ہوائیں سرگوشی کریں گی۔ ''چراغ بجھا دو کہ سورج نکل آیا۔''

یہ عارفین حق پسند ہیں، جو مقام باطنی تک پہنچنے کی دھن میں ہیں، مگر ذمہ دارانہ طور پر کہ شرع مقدس کے ظواہراور دستورات کے پابند ہوتے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ شرعی احکام کی پابندی کے ساتھ ہی کمال تک رسائی ممکن ہے۔ بیشک ! وہ پوشیدہ جو عالم معنی سے مربوط ہے اور (وہ) ظاہر جو کہ سرو باطن سے وابستہ ہے، وہی ہے جو خدا، اس کے رسولؐ اور اس کے اولیاء کے اقوال وگفتار کے ذریعہ حاصل ہوا ہے، دینی احکام وآداب یعنی شرع مقدس الٰہی (کتاب وسنت) کے ظواہر کا علم اسرار ربانیہ، انوار غیبیہ اور تجلیات الٰہیہ تک رسائی حاصل کرنے کی سیدھی راہ ہے، اگر ظواہر (آداب وشریعت) نہ ہوتے تو کوئی سالک الی اللہ کمال تک اور کوئی مجاہد مقصود وحقیقت تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔'' ۳؎

اس کے معنی یہ ہوئے کہ تصوف شریعت پر عمل کا نام ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ ''ابن جوزی کہتے ہیں کہ قدمائے صوفیہ قرآن، حدیث، تفسیر اور فقہ کے امام ہوا کرتے تھے۔'' ۴؎ لہٰذا قرآن وسنت پر خود بھی عمل کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت کرتے تھے۔ مولانا جلال الدین رومی نے اپنی وصیت اس طرح کی ہے۔

''میں تم کو باطن و ظاہر (دونوں) میں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور کم خوراکی اور کم خوابی اور کم گوئی کی، اور گناہ نہ کرنے اور گناہوں سے بچنے کی اور متواتر روزے رکھنے کی اور نماز میں پابندی کی اور نفسانی خواہشوں کو ہمیشہ ترک کرنے کی، اور سب کی سختیاں برداشت کرنے کی اور بے شعوروں .... کے ساتھ نہ اٹھنے بیٹھنے کی اور صالحین کرام کے ساتھ نشت وبرخاست کی، بیشک ! خیرا لناس وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہونچائے اور خیرالکلام وہ ہے جو دلالت سے (لوگوں کو) قائل کرے۔ پس ساری حمد وثنا اللہ واحد کے لئے ہے۔''

لہٰذا تصوف طریقت سے نہیں شریعت سے وابستہ ہے۔ اور تصوف رہبانیت بھی نہیں ہے۔

''صوفیائے کرام رہبانیت کے قائل نہیں تھے، بلکہ وہ جس چیز کو ترک کرنے پر زور دیتے تھے، وہ دنیا نہیں بلکہ دنیا کا غیر ذمہ دارانہ وبے اعتدالانہ استعمال تھا، کیونکہ بقول مولانا آزاد'' دنیا نہیں، بلکہ دنیا کا بے اعتدالانہ استعمال ہی روحانی سعادت کے خلاف ہے۔''

''صوفیہ کہتے ہیں کہ انسان اللہ کی دی ہوئی سب نعمتوں سے فائدہ اٹھائے، اس کائنات کی ایک ایک چیز سے مستفید ہو، لیکن اس طرح کہ دنیا کی محبت اس کے دل کو آلودہ نہ کرنے پائے اور جب جان دئے اور اس کی لذتوں سے دستبردار ہونے کی دعوت دی جائے تو 'لبیک' کہتے ہوئے اس طرح دوڑے گویا بھوکے کو غذا اور پیاسے کو پانی کی پکار سنائی دی۔ اس کی زندگی کا مرکز ومحور رضائے خداوندی بن جائے۔'' ۵ یعنی زندگی ایمان کے سایۂ میں گذاری جائے کہ ایسے لوگ مومن ہیں۔ اور جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے: مومن وہ ہے جس'' نے اپنی عقل کو زندہ رکھا اور اپنے نفس کو مارڈالا، یہاں تک کہ اس کا ڈیل ڈول لاغر اور تن وتوش ہلکا ہوگیا۔ اس کے لئے بھرپور درخشندہ گیوں والا نور ہدایت چمکا کہ جس نے اس کے سامنے راستہ نمایاں کردیا اور اسے سیدھی راہ پر لے چلا اور مختلف دروازے اسے ڈھکیلتے ہوئے سلامتی کے دروازہ اور دائمی قرار گاہ تک لے گئے اور اس کے پاؤں بدن کے ٹکاؤ کے ساتھ امن وراحت کے مقام پر جم گئے، چونکہ اس نے اپنے دل کو عمل میں لگائے رکھا تھا اور اپنے پروردگار کو راضی وخوشنود کیا تھا''۔ ٦

یہ وہ لوگ ہیں جن میں تکبر وخود پسندی، نام کو بھی نہیں ہوتی کیونکہ'' تکبر وخود پسندی اپنی بے مائگی اور خالق کی عظمت سے انتہائی درجہ جہالت ولاعلمی کی دلیل ہے۔ اگر عالم خلقت کی عظمت پر ذرا غور کرلیا جائے، کم از کم اسی قدر جتنا آج تک انسان علم کی تمام تر ترقی کے ذریعہ اس سے آگاہ ہوا ہے، تو انسان اپنی تمام شمسی منظوموں اور کہکشانوں کی حقیقت کم مائگی کو محسوس کرتے ہوئے، ان کے خالق کی عظمت کو ایک حد تک درک کرلے گا اور اپنے تکبر وخود بینی اور خود پسندی سے خجالت کا اظہار کرتے ہوئے، جہالت کا احساس کرے گا۔.... انسان خود کو ساری خلقت کا محور سمجھتا ہے، ہر چند کہ انسان کامل کی یہی شان ہے۔ تمام موجودات کی نظر میں معلوم ہے کہ ایسا ہی ہوا اور رشد وارتقا سے عاری انسان (یقیناً) ایسا نہیں ہے۔......'' ۷

انسان کے لئے عرفان وادراک اس کی رہبری کرتے ہیں مگر یہ خیال رہے کہ باوجود اس کے کہ

وتزعم انک جرم صغیر وفیک نطوی العام الاکبر

(تو سمجھتا ہے کہ تو ایک چھوٹا سا وجود ہے، حالانکہ تیرے اندر سب سے بڑا عالم موجود ہے : علیؑ) اس میں نہ تکبرّ ہو، اور نہ غرور، بلکہ وپیکر صدق، صفا بنا مرضیٔ خدا کا تابع بندہ بن جائے،فہم وادراک کے ساتھ صدق وصفا کے منازل طے کرتا ہوا تو اس کی منزل کہاں سے کہاں پہنچ جائے گی۔ اور بقول علامہ اقبال ؎

مقام آدم خاکی نہاد دریابند مسافران حرم خدا دہد توفیق

مومن ہے تو خوف وحضر میں رہتا ہے،صوفیاء کرام نے اسی طرح زندگی گذاری ہے کیونکہ ’’بیشک ! اللہ کا خوف ہدایت کی کلید اور آخرت کا ذخیرہ ہے۔(خواہشوں کی) ہر غلامی سے آزادی اور ہر تباہی سے رہائی کا باعث ہے، اس کے ذریعہ طلب گار منزل مقصود تک پہنچتاہے اور (سختیوں سے) بھاگنے والا نجات پاتا ہے۔ اور مطلوبہ چیزوں تک پہونچ جاتا ہے۔ (اچھے) اعمال بجا لاؤ، ابھی جبکہ اعمال بلند ہو رہے ہیں ، توبہ فائدہ دے سکتی ہے۔ پکارسنی جارہی ہے، حالات پر سکون اور (کراماً کاتبین کے)قلم رواں ہیں.....‘‘

عرفان کی منزل وہ منزل ہے جہاں فہم وادراک سربلندیوں کی طرف لے جاتے ہیں، معرفت کے باب در باب کھلتے ہیں، تزکیۂ نفس، یاد الٰہی اور اعمال صالح کی بارش ہوتی ہے اور بندہ حب اللہ میں سرشار منزل بہ منزل بڑھتا ہوا ایک مقام پر فائز ہوجاتا ہے اور اب سب کا منتہا اور منبہ حب اللہ ہے، فقط اور فقط حب اللہ اور اس کے زمرہ میں وہ سب ذوات مقدسہ آجاتی ہیں، جنہیں خداسے محبت ہے اور خدا ان کو دوست رکھتا ہے، ان میں ہمارے نبیؐ بدرجہ اتم اس منزل پرفائز ہیں، اور ان میں وہ بھی ہے ،جن سے صوفیاء کا سلسلہ نسب جا ملتا ہے یعنی امیر الومنین حضرت علیؑ کہ شب ہجرت بستر رسولؐ پرسوئے تو یہ پوچھا کہ اس طرح آپ کی جان تو بچ جائے گی؟ اور جب آنحضرتؐ نے کہا کہ ہاں، تو علیؑ نے سجدہ شکر کیا۔ علماء کہتے ہیں کہ روئے زمین پر یہ پہلا سجدۂ شکر تھا۔ ملک قرآن کی زبان میں قصیدہ پڑھتاہوا اترا: ومن النّاس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللّٰه۔

منزل فہم وذکاء اورعرفان وادراک پر فائز افراد کا کیا کہنا کہ :

’’بیشک ! اللہ سبحانہ، نے اپنی یادکو دلوں کوصیقل قرار دیا ہے ... یکے بادیگرے ہر عہد اور انبیاء سے خالی دور میں حضرت رب العزت کے کچھ مخصوص بندے ہمیشہ موجود رہے ہیں کہ جن کی فکروں میں سرگوشیوں کی صورت میں (حقائق ومعارف کا) القاء کرتا ہے اوران کی عقلوں سے

(الہامی آوازوں کے ساتھ) کلام کرتا ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی آنکھوں، کانوں اور دلوں سے بیداری کے نور سے (ہدایت وبصیرت کے) چراغ روشن کئے، وہ مخصوص یادرکھنے (کے قابل) دنوں کی یاد دلاتے ہیں اور اس کی جلالت وبزرگی سے ڈراتے ہیں، وہ لق ودق صحراؤں میں دلیل راہ ہیں۔ جو میانہ روی اختیار کرتا ہے اس کے طور پر طریقہ پر تحسین وآفرین کرتے ہیں اور اسے نجات کی خوشخبری سناتے ہیں۔ اور جو (فراط وتفریط کی) دائیں بائیں سمتوں پر ہولیتا ہے، اس کے رویہ کی مذمت کرتے ہیں اور اسے تباہی اور ہلاکت سے خوف دلاتے ہیں۔ انہی خصوصیات کے ساتھ یہ ان اندھیاروں کے چراغ اور ان شبہوں کے لئے راہنما ہیں۔ کچھ اہل ذکر ہوتے ہیں جنہوں نے یاد الٰہی کو دنیا کے بدلے لے لیا۔ انہیں نہ تجارت اس سے غافل رکھتی ہے، نہ خرید وفروخت، اسی کے ساتھ زندگی کے دن بسر کرتے ہیں اور محرمات الٰہیہ سے متنبہ کرنے والی آوازوں کے ساتھ غفلت شعاروں کے کانوں میں پکارتے ہیں، عدل وانصاف کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں۔ برائیوں سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے باز رہتے ہیں، گویا کہ انہوں نے دنیا میں رہتے ہوئے آخرت تک منزل کو طے کرلیا اور جو کچھ دنیا کے عقب میں ہے، اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا...'' ۸

یہ وہ بلند وبالا لوگ ہیں جو اسلام پر کاربند ہیں، اس طرح کہ خدا کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے بندوں سے محبت، جیسا کہ حضرت علیؑ نے اسلام کی تعریف کی ہے۔ ان کی عزت وتکریم کرنا چاہئے اور ان کی عظمتوں کو سلام کرنا چاہئے۔

جب اسلام کی تعلیمات کو پس پشت ڈالا جارہا تھا، خلافت کو ملوکیت میں بدلا جارہا تھا، تو صوفیاء نے خانقاہوں کو آباد کرکے بلا تفریق مذہب وفرقہ تعلیمات اسلام کو عام کیا، اسطرح حکمرانوں، امراء اور روسا کو ان کی من مانی کرنے سے روکا، تکلیفیں بھی اٹھائیں، غم وغصہ بھی سہا اور قربانی پیش کی، مگر صراط مستقیم کی طرف ہدایت سے باز نہ آئے۔

یاد خدا صوفیاء کا سرمایہ حیات، اسی کی قدرت کا ملہ پر یقین واعتماد اور اسی ہی کی خوشی ان کا ماحاصل ہوتا ہے اور جیسا کہ امام آیت اللہ خمینی نے کہا ہے:

ای یاد تو مایۂ غم و شادی من   سروقد تو نہال آزادی من
بردار حجاب از رخ و گیسو بگشای   ای اصل ہمہ خراب و آبادی من

(اے تو پروردگار!) کہ تیری یاد ہی میرے غم وخوشی کا سرمایہ ہے، تیرا خیال ہی میری نہال آزادی کا

سرووقد ہے۔ اپنے چہرہ سے نقاب اٹھا کر اپنا جلوہ دیکھا کیونکہ تو ہی میری تمام بربادی اور مجھے آباد کرنے پر قدرت رکھتا ہے)

حوالے:

۱۔ ملاحظہ ہو تاریخ مشائخ چشت از خلیق احمد نظامی ،ص ۴

۲۔ امام آیت اللہ خمینی کا ایک عرفانی خط (۲۴ شعبان المعظم بروز شنبہ، ۱۴۹۴ھ) ترجمہ سید احتشام عباس زیدی، توحید، جلد ۷ ،شمارہ ۴۱، جون۔ جولائی ۱۹۹۰ء ،قم، جمہوری اسلامی ایران ،صفحہ ۱۵

۳۔ محمد سروش ، امام خمینی کا عرفان ، ترجمہ سید ولی الحسن رضوی، توحید ، جلد ۷ ، شمارہ ۴، جون ۔ جولائی ۱۹۹۰ء ،صفحہ ۹۰،

۴۔ علامہ محمد غزالی اسلامی تصوف : اسلام کا روحانی ونفسیاتی پہلو، ترجمہ ابومسعود اظہر ندوی مکتبہ اشاعت القرآن، دہلی ۱۱۰۰۱۱،صفحات ۶۔۷

۵۔ایضاً ،صفحات ۵۔۶

۶۔ نہج البلاغہ مرتبہ سید انصار حسین ماہلی ، احباب پبلیشرس،لکھنؤ، ۱۹۸۲ خطبہ نمبر ۲۱۷،صفحہ ۶۹۴

۷۔ ایضاً ، خطبہ نمبر ۲۲۷،صفحہ ۴۹۴

۸۔ ایضاً خطبہ نمبر ۲۱۹،صفحات۔ ۶۷۶۔۶۷۷

☆